محمد وسیم اختر مفتی

حضرت علی رضی اللہ عنہ

(۳)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

غزوۂ بدر میں فتح یاب ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف سات دن مدینہ میں قیام کیا۔ پھر آپ خود ایک دستہ لے کر بنو سلیم کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ آپ کا پرچم حضرت علی نے تھام رکھا تھا۔ بنو سلیم کے چشمۂ کدر پر پہنچ کر آپ نے تین دن قیام کیا، تاہم کسی جنگ کی نوبت نہ آئی۔

سیدہ فاطمہ سے نکاح

سب سے پہلے حضرت ابو بکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگا۔ آپ نے فرمایا: میں اس بارے میں اللہ کے فیصلے کا انتظار کر رہا ہوں۔ پھر حضرت عمر نے خواہش ظاہر کی تو بھی آپ نے یہی جواب دیا۔ تب حضرت علی کے اعزہ (یا ان کی باندی) نے انھیں حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگنے کا مشورہ دیا۔ حضرت علی اس سلسلے میں آپ سے بات کرنے آئے تو آپ نے فرمایا: 'مرحبًا وأهلًا'۔ آپ نے حضرت فاطمہ سے اجازت چاہی تو انھوں نے سکوت سے اظہار رضامندی کیا۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت فاطمہ رونے لگیں تو آپ نے فرمایا: اگر میرے خاندان میں علی سے بہتر کوئی مرد ہوتا تو میں تمھارا بیاہ اسی سے کرتا۔ صفر ۲ھ کے آخری ہفتے (یا رجب ۲ھ) میں وہ حضرت علی کے ساتھ رشتۂ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔ نکاح کے وقت حضرت علی کی عمر اکیس سال پانچ ماہ (دوسری روایت: پچیس برس) اور حضرت فاطمہ کی اٹھارہ برس (دوسری روایت: پندرہ سال پانچ ماہ) تھی۔ خطبۂ نکاح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر،

حضرت عثمان اور دیگر صحابہ نکاح کے گواہوں میں شامل ہوئے۔

حضرت علی فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمہ سے نکاح کرنا چاہتا تھا، لیکن میرے پاس کوئی مال نہ تھا۔ مجھے آپ کی عنایات اور مہربانیاں یاد آئیں تو نکاح کی خواہش ظاہر کر دی۔ آپ نے پوچھا: تمھارے پاس (مہر میں دینے کے لیے) کوئی مال ہے؟ میں نے کہا: کچھ نہیں۔ فرمایا: (حطمہ بن محارب کی بنی ہوئی) وہ حطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تمھیں فلاں روز دی تھی؟ بتایا: میرے پاس ہے، اس کی قیمت چار درہم بھی نہ ہو گی۔ آپ نے فرمایا: وہی بطور مہر دے دو (مسند احمد، رقم ۶۰۳۔ ابوداؤد، رقم ۲۱۲۶۔ نسائی، رقم ۳۳۷۷)۔ باقر مجلسی کا بیان ہے کہ حضرت علی نے وہ زرہ فروخت کی اور ساری رقم آپ کے دامن میں ڈال دی۔ انھوں نے بتایا اور نہ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کتنے درہم ہیں۔ آپ نے اس میں سے کچھ درہم حضرت بلال کو دے کر عطر اور خوشبو لانے کو کہا۔ باقی دراہم آپ نے حضرت ابوبکر کو دے دیے اور اس سے لباس اور خانہ داری کی ضروری اشیا خریدنے کا حکم دیا۔ آپ نے حضرت عمار بن یاسر اور کچھ اور صحابہ کو بھی ساتھ بھیجا۔ انھوں نے باہمی مشورے سے یہ اشیا خریدیں، ایک قمیص، ایک اوڑھنی، ایک سیاہ روئیں دار خیبری چادر، کھجور کی بٹی ہوئی رسی سے بنی ہوئی ایک چارپائی، مصری کھدر سے بنے ہوئے دو لحاف، چمڑے کے چار تکیے جن میں خوش بودار اذخر گھاس بھری ہوئی تھی، باریک اونی پردہ، ہجر کی بنی ہوئی چٹائی، ایک ہتھ چکی، تانبے کا ایک لگن، چمڑے کی ایک مشک، ایک چھوٹا مشکیزہ، دودھ پینے والا ایک پیالہ، ایک تارکول ملا ہوا مٹی کا لوٹا، سبز رنگ کا ایک گھڑا اور مٹی کے چند کوزے۔

صحابہ نے یہ سب اشیا لا کر آپ کی خدمت میں پیش کیں تو آپ نے دعا فرمائی: اللہ اسے اہل خانہ کے لیے مبارک کرے۔ دوسری روایت کے مطابق حضرت فاطمہ کا مہر چار سو مثقال (ساٹھ چاندی کے درہم) مقرر کیا گیا تھا۔ تیسری روایت میں پانسو (چار سو اسی) درہم بتائے گئے ہیں (بحار الانوار، ج ۱۸، باب تزویجہا)۔

حضرت علی کے نکاح کو ایک ماہ گزر گیا تو ازواج مطہرات جمع ہو کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور حضرت فاطمہ کی رخصتی کے لیے حضرت علی کی درخواست پیش کی۔ تب حضرت فاطمہ کی ہم شیر، حضرت عثمان کی اہلیہ حضرت رقیہ بنت رسول اللہ کی وفات کو سولہ دن گزرے تھے۔ آپ نے حضرت سیدہ کو دلھن بنانے اور حجرۂ عروسی کے طور پر حضرت ام سلمہ کا کمرہ سجانے کا حکم دیا۔ حضرت ام سلمہ نے حضرت فاطمہ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پروں سے اترنے والے عنبر کی خوشبو لگائی۔ رسول اللہ صلی اللہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

علیہ وسلم نے فرمایا: دلہا کے لیے ولیمہ کرنا ضروری ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے دو مینڈھے ذبح کیے، حضرت علی گھی اور خرما خرید لائے اور انصار نے مکئی کا دلیہ تیار کیا تو دعوت ولیمہ کا سامان ہو گیا۔ حضرت علی نے بلند جگہ پر کھڑے ہو کر شرکت کی دعوت عام دی۔ ایک معجزہ تھا کہ کھانا چار ہزار شرکا کو بھی کم نہ ہوا۔ حضرت فاطمہ کی رخصتی اور دعوت ولیمہ اسی سال (یکم یا چھ) ذی الحجہ کو ہوا۔ غروب آفتاب کے بعد حضرت فاطمہ کو حضرت ام سلمہ کے کمرے کے ایک کونے میں بٹھایا گیا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، ایک پیالے سے وضو فرما کر پانی حضرت علی پر چھڑکا، پھر حضرت فاطمہ کے سر، سینہ اور کندھوں پر چھڑک کر میاں بیوی کے لیے دعاے برکت فرمائی۔ حضرت علی بعد میں حضرت حارثہ بن نعمان کے گھر منتقل ہو گئے۔ آپ کو حضرت حارثہ کا گھر لینے میں تردد تھا، لیکن انھوں نے بہت اصرار کیا تو آپ نے حضرت فاطمہ کو ان کی خادمہ حضرت ام ایمن کی معیت میں پیادہ پا رخصت فرمایا۔

حضرت عائشہ کی رخصتی کے وقت حضرت اسماء بنت عمیس حبشہ میں تھیں۔ اس کے باوجود یہ کہنا کہ انھوں نے حضرت عائشہ کو دلہن بنایا اور انھوں نے اس پیالے سے دودھ بھی پیا جس میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ پی چکے تھے، درست نہیں (مسند احمد، رقم ۲۷۴۷۱)۔ اصل میں یہ روایت حضرت اسماء بنت یزید (مسند احمد، رقم ۲۷۵۹۱) کی تھی جو غلطی سے حضرت اسماء بنت عمیس سے جوڑ دی گئی۔ باقر مجلسی نے اس کی تائید کی ہے (بحار الانوار)۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حضرت علی بیان کرتے ہیں کہ (۲ھ میں) جنگ بدر کے بعد مال غنیمت تقسیم ہوا تو میرے حصے میں ایک اونٹنی آئی، پھر ایک اونٹنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس میں سے مجھے عطا کر دی۔ میں ان اونٹنیوں پر خوش بودار گھاس اذخر ڈھونا چاہتا تھا تاکہ (اسے سناروں کے ہاتھ) بیچ کر سیدہ فاطمہ کے ساتھ اپنے ولیمے کا خرچ نکالوں۔ اس سلسلے میں میں نے بنو قینقاع کے ایک (یہودی) زرگر سے بات کر لی۔ اونٹنیاں ایک انصاری کے دروازے پر باندھ کر میں نے اونٹنیوں کے پالان، گھاس بھرنے کے لیے تھیلے اور رسیاں جمع کیں اور سنار کو ساتھ لے کر اذخر اکٹھی کرنے نکلا۔ (اس وقت شراب حرام نہ ہوئی تھی) حمزہ بن عبد المطلب انصاری کے گھر کے اندر شراب نوشی کر رہے تھے، ایک باندی ان کے ساتھ تھی۔ وہ پکاری:

ألا يا حمز، للشرف النواء　　　فهن معقلات بالفناء

''او حمزہ، یہ اونچی کوہانوں والی پلی ہوئی اونٹنیاں (تو دیکھو) یہ جو گھر کے باہر والے صحن میں بندھی ہیں۔''

حضرت حمزہ نے تلوار لے کر اونٹنیوں پر حملہ کر دیا، ان کی کوہانیں کاٹ ڈالیں، پہلو چیر دیے اور کلیجے نکال دیے۔ حضرت علی واپس آئے اور یہ ہول ناک منظر دیکھا تو شکایت لے کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے آئے۔ حضرت زید بن حارثہ آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنی چادر اوڑھی اور حضرت علی اور حضرت زید کے ساتھ حضرت حمزہ کے پاس پہنچے اور سخت ناراضی کا اظہار کیا۔ حضرت حمزہ کا نشہ ابھی اترا نہ تھا، بولے: تم سب تو میرے آبا کے غلام ہو۔ آپ کو معلوم ہوا کہ وہ نشے میں ہیں تو فوراً پلٹ آئے (بخاری، رقم ۲۳۷۵۔ مسلم، رقم ۵۱۷۱)۔ ابن کثیر کہتے ہیں کہ اس روایت سے پتا چلتا ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر خمس کا حکم آ چکا تھا۔

دوسری روایت کے مطابق ۲ھ میں نواسۂ رسول حسن کی ولادت ہوئی۔

غزوۂ بنو سلیم

محرم ۳ھ: جنگ بدر سے فراغت کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ میں آئے محض سات دن گزرے تھے کہ معلوم ہوا کہ بنو سُلیم اور بنو غطفان نے اپنے چشمے کُدر پر فوج جمع کر رکھی ہے۔ آپ نے حضرت سباع بن غرفطہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا اور ایک دستہ لے کر کدر کا رخ کیا، حضرت علی نے آپ کا علم تھام رکھا تھا۔ آپ نے وہاں تین دن قیام کیا، لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی، کیونکہ غنیم اپنے مویشی چھوڑ کر فرار ہو چکا تھا۔ آپ پانسو اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ لوٹے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ غزوہ شوال ۲ھ میں پیش آیا۔

www.al-mawrid.org www.javedahmadghamidi.com

جنگ احد

جنگ بدر میں شکست کھانے کے بعد مشرکین مکہ نے بدلہ لینے کی ٹھانی۔ بنو عبد مناف اور بنو کنانہ نے مل کر سامان جنگ تیار کیا، ابو سفیان نے اپنے سامان تجارت کا تمام نفع لگایا اور شوال ۳ھ میں ان کا تین ہزار کا لشکر مدینہ پر چڑھائی کرنے نکل کھڑا ہوا۔ حضرت عباس نے فوراً ایک خط لکھ کر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کر دیا۔ آپ کا خیال مدینہ کے اندر رہ کر مقابلہ کرنے کا تھا، لیکن کچھ صحابہ کے اصرار پر شہر سے تین میل باہر نکل کر جبل احد کی گھاٹی میں پڑاؤ ڈال دیا۔ اس غزوہ میں حضرت علی میمنہ پر تھے اور انھوں نے خوب داد شجاعت دی۔

۷/ شوال ۳ھ (۲۳/ مارچ ۶۲۵ء): رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ اوس کا پرچم حضرت اسید بن حضیر کو اور خزرج کا حضرت حباب بن منذر کو عطا کیا۔ مہاجرین کا علم پہلے آپ نے حضرت علی کو عطا کیا، لیکن جب

آپ نے دیکھا کہ مشرکین کا جھنڈا قریش کے روایتی علم بردار قبیلہ بنو عبدالدار کے پاس ہے تو فرمایا: ہمیں داریوں کا حق ادا کرنے کی زیادہ ضرورت ہے اور علم حضرت مصعب بن عمیر داری کو تھما دیا۔ ادھر ابوسفیان نے داریوں کو عار دلائی کہ تم نے بدر کے دن ہمارے پرچم کا پاس نہیں کیا۔ ان کا جھنڈا طلحہ بن ابوطلحہ (اصل نام: عبداللہ بن عبدالعزیٰ) کے ہاتھ میں تھا، وہ آگے بڑھا اور مبارزت کے لیے للکارا۔ حضرت علی اس کا سامنا کرنے نکلے اور سبقت کرکے اس کے سر پر ایسا وار کیا کہ اس کی کھوپڑی پاش پاش ہو گئی۔ قریش کے چار علم بردار لگاتار اہل ایمان کے ہاتھوں جہنم رسید ہوئے تو ارطات بن عبد شرحبیل نے اسے تھاما، وہ بھی حضرت علی کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔ پرچم زمین پر کافی دیر پڑا رہا، پھر سمرہ بنت علقمہ نے اسے اٹھا لیا تو سب اس کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ حضرت علی کی مبارزت کا یہ بیان ابن سعد کا ہے۔ طبری اور ابن اثیر کی تفصیل مختلف ہے۔ جنگ شروع ہوئی تو مشرک فوج کا پرچم بردار (شیبہ عبدری کا بھائی) طلحہ بن عثمان باہر نکل کر پکارا: محمد کے ساتھیو، تم گمان کرتے ہو کہ اللہ تمھاری تلواروں کے ذریعے سے ہمیں جلد دوزخ میں پہنچا دیتا ہے اور تم ہماری تلواروں کے ذریعے سے جلد جنت میں چلے جاتے ہو۔ کون ہے جو میری تلوار کے وار سے فوراً جنت میں جائے گا یا مجھے اپنی تلوار سے جھٹ پٹ دوزخ بھیجے گا؟ حضرت علی نے اس کی مبارزت قبول کی اور کہا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس وقت تک تمھیں نہ چھوڑوں گا جب تک اپنی تلوار سے تمھیں جہنم میں نہ پہنچا دوں یا تمھاری تلوار کے وار سے خود جنت میں نہ چلا جاؤں۔ انھوں نے سیدھا اس کے پاؤں پر وار کیا جس سے پاؤں جسم سے الگ ہو گیا اور وہ اس طرح گرا کہ شرم گاہ نظر آنے لگی۔ وہ اللہ اور رشتۂ رحم کی دہائی دینے لگا تو حضرت علی نے چھوڑ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 'اللّٰہ أکبر' کا نعرہ بلند کیا۔ آپ نے (یا صحابہ نے) حضرت علی سے پوچھا: اس کا کام تمام کرنے میں آپ کو کیا رکاوٹ پیش آئی؟ حضرت علی نے جواب دیا: میرے چچیرے کی شرم گاہ عریاں ہو گئی اور اس نے اللہ اور رحم کا واسطہ دیا تو مجھے حیا آ گئی۔

اس باب میں ابن ہشام کی روایت اس طرح ہے: جنگ کا بازار گرم ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے پرچم تلے بیٹھ گئے اور حضرت علی کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ حضرت علی 'میں ابوالقصم (پیس دینے والا) ہوں!'، 'میں ابوالقصم ہوں!' کا نعرہ لگا کر للکارے تو مشرکوں کا علم بردار ابوسعد بن ابوطلحہ بولا: او ابوالقصم، کیا تم دوبدو مقابلے میں آنا چاہتے ہو؟ حضرت علی نے کہا: ہاں۔ دونوں کی تلواریں لہرائیں، حضرت علی نے ایسا وار کیا کہ وہ ڈھے پڑا، لیکن انھوں نے اس کی جان نہ لی، کیونکہ اس نے اپنا ستر کھول دیا تھا۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کا ایک جتھا دیکھا تو حضرت علی کو اس پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت علی اور حضرت حمزہ دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور خوب قتال کیا۔ حضرت علی نے عمرو بن عبداللہ جمحی کو قتل کر کے اس کا دستہ تتر بتر کر دیا۔ آپ نے دشمنان اسلام کی ایک اور ٹولی دیکھی تو حضرت علی کو پھر حملہ کرنے کو کہا۔ حضرت علی ان پر ٹوٹ پڑے، شیبہ بن مالک کو مار دیا اور باقیوں کو منتشر کر دیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا: یارسول اللہ، یہ ہے یاری اور مددگاری۔ آپ نے فرمایا: علی مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں۔ جبرئیل نے جواب دیا: میں آپ دونوں سے ہوں۔ اسی موقع پر یہ پکار سنی گئی:

لا سیف إلا ذالفقا ر ولافتی إلاعلی

”کوئی تلوار نہیں ہے، مگر ذوالفقار (علی کی تلوار)، کوئی دلیر نوجوان نہیں ہے، مگر علی۔“

ابن قمئہ لیثی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شبہ میں آپ کے علم دار حضرت مصعب بن عمیر کو شہید کر دیا تو آپ نے پرچم پھر حضرت علی کو تھما دیا۔ ابتدا ہی میں قریش کے تمام علم بردار قتل ہو گئے تو وہ اس طرح دم دبا کے بھاگے کہ کسی طرف دیکھتے ہی نہ تھے۔ ان کی عورتیں لعن طعن اور تبرا کرتی پہاڑوں پر چڑھ گئیں۔ مسلمان قریش کا ساز و سامان لوٹنے لگے تو کوہ عینین پر متعین تیر اندازوں کا دھیان بھی مال غنیمت کی طرف مرتکز ہو گیا۔ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھول گئے اور آپ کی موکدہ پوزیشن چھوڑ کر غنیمت لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور دس جان نثار صحابہ کی قلیل جماعت ثابت قدم رہی۔ مشرک کمانڈروں خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل نے اس صورت حال سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ وہ تیر اندازوں کے چھوڑے ہوئے پہاڑ سے گزر کر جیش اسلامی پر عقب سے حملہ آور ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن جبیر اور ان کے ساتھی شہید ہوئے، اہل ایمان کی صفیں ٹوٹ گئیں اور ان کی جمعیت منتشر ہو گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جیتی ہوئی جنگ ہزیمت میں بدل گئی۔

اس دوران میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیل گئی۔ منتشر صحابہ میں سے کچھ واپس مدینہ چلے گئے، کچھ پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ میں نے شہدا میں آپ کو تلاش کیا، جسد اطہر ان میں نہ پا کر یہی سوچا کہ میں بھی لڑتا ہوا مارا جاؤں۔ چنانچہ تلوار کی میان توڑ دی اور کفار پر ٹوٹ پڑا۔ تبھی دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے پکار رہے ہیں: اللہ کے بندو، میری طرف آؤ، اللہ کے بندو، میری طرف آؤ۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سب سے پہلے حضرت کعب بن مالک پر افواہ کا جھوٹ کھلا۔ انھوں نے خود کے اندر سے آپ کی آنکھوں کو پہچانا تو آوازیں دینے لگے: اہل اسلام، خوش خبری ہو، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں۔ آپ کی طرف لپکنے والوں میں حضرت ابو بکر، حضرت طلحہ، حضرت علی، حضرت عمر، حضرت زبیر، حضرت حارث بن صمہ اور کچھ مزید صحابہ تھے۔ بد بخت مشرک ابو عامر نے میدان بدر میں جابجا گڑھے کھود رکھے تھے تاکہ مسلمان ان میں گر پڑیں۔ ایسے ہی ایک گڑھے میں آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گر گئے تھے۔ حضرت علی نے آپ کا ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے اٹھایا تو آپ سیدھے کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو سعید خدری کے والد حضرت مالک بن سنان نے آپ کے چہرۂ مبارک سے خون چوس کر نگل لیا۔ قتادہ کی روایت کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش ہوئے تو حضرت ابو حذیفہ کے آزاد کردہ حضرت سالم نے آپ کو بٹھایا اور آپ کے چہرے سے خون صاف کیا۔ میدان جنگ سے اٹھ کر آپ گھاٹی میں بیٹھ گئے تو حضرت علی نے کوہ احد کے دامن میں موجود پتھر کے بارانی تالاب، مہراس کا پانی اپنی چرمی ڈھال میں بھرا اور آپ کو پیش کیا۔ آپ کو اس کی بو ناگوار محسوس ہوئی، اس لیے نوش نہ فرمایا، البتہ اس سے چہرہ دھویا اور سر پر بہا لیا۔

حضرت سہل بن ساعد ساعدی سے پوچھا گیا: جنگ احد کے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کا کس طرح علاج کیا گیا؟ انھوں نے بتایا: حضرت علی اپنی ڈھال میں چشمۂ مہراس سے پانی بھر کر لاتے اور حضرت فاطمہ چہرۂ اقدس سے خون دھوتیں۔ (جب انھوں نے دیکھا کہ پانی ڈالنے سے اور خون نکلتا ہے تو) ایک چٹائی جلا کر اس کی راکھ سے آپ کا زخم بھر دیا (بخاری، رقم ۲۴۳)۔

حضرت حمزہ کی شہادت کے بعد ان کی سگی بہن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبد المطلب ان کی میت دیکھنے آئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (یا حضرت علی) نے ان کے بیٹے حضرت زبیر سے کہا: انھیں روکو۔ آپ ہی اپنی پھوپھی سے بات کریں، انھوں نے حضرت علی کو جواب دیا۔ اس اثنا میں آپ تشریف لے آئے اور فرمایا: مجھے ان کے حواس کھونے کا خطرہ ہے۔ حضرت صفیہ نے کہا: مجھے معلوم ہے کہ میرے بھائی کا مثلہ کیا گیا ہے، میں صبر کروں گی، ان شاء اللہ۔ آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا اور دعا فرمائی تو وہ 'إنا للہ و إنا إلیہ رٰجعون' کہہ کر رونا شروع ہو گئیں۔

سعید بن مسیب کہتے ہیں: غزوۂ احد کے دن حضرت علی کو سولہ وار لگے جو انھیں زمین پر گراتے رہے، لیکن حضرت جبرئیل علیہ السلام انھیں اٹھاتے رہے۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

جنگ کے خاتمہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو کفار کے ارادوں کی خبر لینے کے لیے بھیجا۔ آپ نے انھیں ہدایت دی کہ دیکھ لینا، قریش نے مکہ جانا ہوا تو گھوڑوں کو پرے ہٹا کر اونٹوں پر سوار ہوں گے، لیکن اگر وہ گھوڑوں پر بیٹھے ہوئے اونٹوں کو ہانک رہے ہوئے تو اس کا مطلب ہو گا کہ وہ شہر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر انھوں نے ایسا کرنا چاہا تو میں ان سے پہلے ان پر ٹوٹ پڑوں گا۔ تم ان کی پوزیشن دیکھ کر چپکے سے میرے پاس لوٹ آنا۔ حضرت علی فرماتے ہیں: میں نے ان کا پیچھا کیا، انھیں اونٹوں پر سوار مکہ واپس جاتے دیکھ کر اتنا خوش ہوا کہ آپ کی اخفا کی ہدایت بھول گیا اور وہیں سے بلند آواز میں قریش کی واپسی کی اطلاع دینے لگا۔

جنگ احد میں سعد بن ابی وقاص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑے ہو کر تیر اندازی کی۔ آپ نے فرمایا: تیر پھینکو، تم قوی نوجوان ہو۔ آپ اپنے ترکش سے تیر نکال کر انھیں پکڑاتے اور فرماتے: ''تیر پھینکو، میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں'' (بخاری، رقم ۴۰۵۵۔ ترمذی، رقم ۳۷۵۳)۔ حضرت علی کہتے ہیں کہ نبی رحمت نے ان الفاظ میں حضرت سعد کے علاوہ کسی کو دعا نہیں دی (مسلم، رقم ۶۳۱۲۔ مسند بزار، رقم ۵۲۰)۔ لیکن ایک متفق علیہ روایت کے مطابق آپ نے خوش ہو کر حضرت زبیر بن عوام کے لیے بھی یہی کلمات ''میرے ماں باپ تجھ پر فدا ہوں'' ارشاد فرمائے (بخاری، رقم ۳۷۲۰۔ مسلم، رقم ۶۳۲۵)۔ ابن حجر کی وضاحت کے مطابق ہو سکتا ہے کہ حضرت زبیر کا واقعہ حضرت علی کے علم ہی میں نہ ہو جو جنگ خندق میں پیش آیا یا ان کی نفی خاص جنگ احد کے ضمن میں ہو۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

آخر میں شہداے احد کی تدفین ہوئی۔ جب بھی میت آتی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے حضرت حمزہ کی میت کے ساتھ رکھ لیتے اور دونوں شہیدوں کی اکٹھی نماز جنازہ پڑھاتے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک جنازے میں نو شہدا کے ساتھ دسویں میت حضرت حمزہ کی ہوتی۔ دو دو تین تین شہیدوں کو ایک قبر میں ڈالا گیا۔ حضرت علی، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت زبیر حضرت حمزہ کی تدفین کے لیے قبر میں اترے اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے کنارے پر بیٹھ گئے۔

مدینہ لوٹ کر رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار سیدہ فاطمہ کو دے کر کہا: اسے دھو کر اس پر لگا ہوا خون صاف کر دو۔ واللہ، اس نے آج میرا خوب ساتھ دیا ہے۔ حضرت علی نے بھی اپنی تلوار ان کے سپرد کی اور یہی الفاظ کہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تو نے خوب قتال کیا تو تیرے ساتھ سہل بن حنیف، حارث بن صمہ،

عاصم بن ثابت اور ابو دجانہ نے بھی خوب جنگ کی۔ حضرت علی نے تلوار دیتے ہوئے یہ فخریہ اشعار بھی پڑھے:

أفاطم هاک السيف غير ذميم　　　فلست برعديد ولا بمليم

''اے فاطمہ، یہ تلوار لے لو جس میں کوئی قابل مذمت نقص نہیں پایا گیا، میں نہ بزدل ہوں نہ لائق ملامت۔''

لعمري قد قاتلت في حب أحمد　　　و طاعة رب بالعباد رحيم

''قسم میرے دین کی میں نے نبی احمد کی محبت میں، اس رب کی اطاعت کرتے ہوئے قتال کیا جو اپنے بندوں کے لیے رحمت کامل ہے۔''

وسيفي بكفي كالشهاب اہزه　　　أجدّ به من عاتق و صميم

''تلوار میرے ہاتھ میں روشن ستارے کی طرح تھی، میں اسے حرکت دے کر دشمنوں کے کندھے اور ان کی ہڈیاں کاٹ رہا تھا۔''

فما زلت حتى فض ربي جموعهم　　　و حتى شفينا نفس كل حليم

''میں برابر شمشیر زنی کرتا رہا، حتیٰ کہ میرے رب نے ان کی جماعت کو پراگندہ کر دیا اور ہم نے ہر پر عزم، ذی عقل کا جی ٹھنڈا کر دیا۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

غزوۂ حمراء الاسد

۸/ شوال ۳ھ (۲۴/ مارچ ۶۲۵ء): جنگ احد کے اگلے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب آپ کا چہرہ زخمی اور دندان مبارک ٹوٹا ہوا تھا، احد کے غازیوں کو لے کر قریش کا پیچھا کرنے کے لیے نکلے۔ علم نبوی بندھا ہوا تھا، آپ نے ایسے ہی حضرت علی (یا حضرت ابو بکر) کو پکڑا دیا۔ آپ نے بنو اسلم کے تین اصحاب کو قریش کا پتا لگانے آگے بھیجا۔ حمراء الاسد کے مقام پر مشرکوں نے انھیں دیکھ لیا اور پکڑ کر شہید کر دیا۔ جب آپ پہنچے تو ان اصحاب کی تدفین کی اور جگہ جگہ آگ روشن کرنے کا حکم دیا۔ کفار پلٹ کر مدینہ پر حملہ کرنا چاہتے تھے، صفوان بن امیہ انھیں روک رہا تھا۔ جب نبوی فوج آتی دیکھی تو وہ خوف زدہ ہو کر مکہ روانہ ہو گئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی مدینہ لوٹ آئے۔

بنو نضیر کی ناپاک سازش

۴ھ، (۶۲۵ء): حضرت عمرو بن امیہ ضمری ان ستر (یا چالیس) قاری صحابیوں میں شامل تھے جو آں حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو براعامر بن مالک کی درخواست پر بنو عامر کی تعلیم کے لیے روانہ فرمائے۔ یہ حرۂ بنو سلیم پار کر کے بیر معونہ پر پہنچے تو ابو برا کے بھتیجے عامر بن طفیل نے بنو سلیم کے ذیلی قبائل رعل، ذکوان اور عصیہ کی مدد سے ان سب کو شہید کرا دیا۔ حضرت عمرو بن امیہ جنھیں ظالم عامر نے اپنی ماں کی نذر پوری کرتے ہوئے چھوڑ دیا تھا، مدینہ واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ملنے والے بنو کلاب کی شاخ بنو عامر کے دو افراد کو دشمن سمجھ کر انتقاماً قتل کر دیا۔ انھیں علم نہ تھا کہ ان کا قبیلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد امان میں ہے۔ آپ نے مقتولوں کی دیت ادا کرنے کا ارادہ فرمایا: معاہدے کی رو سے اس کا ایک حصہ بنو نضیر پر واجب الادا تھا، اس لیے آپ یہ معاملہ طے کرنے کے لیے اپنے اس حلیف یہودی قبیلے کے ہاں گئے۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت اسید بن حضیر آپ کے ساتھ تھے۔ حلف نامے کی رو سے امن اور جنگ میں مسلمانوں کا ساتھ دینا ان کے لیے لازم تھا۔ بظاہر انھوں نے اس کا اقرار بھی کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کو بنو نضیر کے مکانوں کی دیوار کے سائے میں بٹھا کر وہ آپ کے قتل کی تدبیر کرنے لگے۔ ایک بدبخت یہودی عمرو بن جحاش آگے بڑھا کہ وہ بالا خانہ پر چڑھ کر آپ پر پتھر لڑھکائے گا۔ اس کے ساتھی سلام بن مشکم نے اسے منع کیا، لیکن وہ نہ مانا۔ وہ چھت پر چڑھا ہی تھا کہ اللہ کی طرف سے آپ کو خبردار کر دیا گیا۔ آپ فوراً مدینہ لوٹ آئے، پھر بنو نضیر کی اس بد عہدی کی وجہ سے ان کا محاصرہ کر لیا، نبوی فوج کا علم حضرت علی نے اٹھا رکھا تھا۔ یہ محاصرہ پندرہ دن (واقدی۔ چھ دن: ابن اسحاق) کے بعد ختم ہوا جب وہ اپنی جان بخشی کے لیے شام کو جلا وطن ہوئے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

آخری غزوۂ بدر (غزوۂ سویق)

ابو سفیان نے جنگ احد سے واپسی پر پکار کر کہا تھا: آیندہ سال تم سے بدر میں پھر جنگ ہو گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کو ہاں کہنے کا حکم دیا۔ شعبان ۴ھ میں آپ حسب وعدہ پندرہ سو صحابہ کا لشکر لے کر روانہ ہوئے۔ آپ کا علم حضرت علی نے تھام رکھا تھا۔ ابو سفیان دو ہزار کی فوج لے کر مکہ سے نکلا، لیکن بدر سے پہلے مر الظہران کے مقام پر رک گیا۔ اس نے اپنی فوج کو مخاطب کر کے کہا: یہ سال خشکی و قحط لایا ہے، جب کہ جنگ کے لیے شادابی کا موسم موزوں ہوتا ہے، اس لیے میں تو واپس جا رہا ہوں۔ اس کی قوم بھی آمادۂ جنگ نہ تھی فوراً واپسی پر تیار ہو گئی۔ اہل مکہ نے اپنی فوج کو ستوؤں والی فوج (جیش السویق) قرار دیا، کیونکہ وہ محض ستو پی کر واپس آ گئی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سفیان کے آنے کا آٹھ دن انتظار کیا، پھر مدینہ لوٹے۔ اس دوران میں اہل ایمان نے بدر صغریٰ کے بازار میں تجارت کر کے خوب نفع کما لیا۔

۴ھ ہی میں حضرت علی کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا۔

جنگ خندق

شوال ۵ھ (فروری ۶۲۷ء) میں جنگ خندق ہوئی۔ مشرک فوج کے کچھ گھڑ سواروں نے اس جگہ سے خندق پھلانگی جہاں اس کی چوڑائی کچھ کم تھی اور مدینہ میں گھس آئے۔ انھوں نے کوہ سلع کے قریب زمین شور پر گھوڑے دوڑانے شروع کیے تھے کہ حضرت علی چند سپاہیوں کو لے کر آئے اور اس راستے پر قبضہ جما لیا جہاں سے وہ کودے تھے۔ قریش کا نوے سالہ سورما عمرو بن عبدود جو جنگ بدر میں شدید زخمی ہوا تھا اور یوم احد کو نہ آسکا تھا، سر پر صافہ باندھے، جنگجوؤں کی ہیئت بنائے ان میں شامل تھا۔ حضرت علی نے پکار کر کہا: عمرو، تم اللہ سے عہد کیا کرتے تھے، قریش کا کوئی شخص اگر دو باتیں (options) میرے سامنے رکھے گا تو میں ایک ضرور مان لوں گا۔ اس نے اقرار کیا: ہاں۔ حضرت علی نے کہا: تب میں تمھیں اللہ اور رسول پر ایمان لا کر مسلمان ہونے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا: مجھے اس کی چنداں حاجت نہیں۔ حضرت علی نے کہا: میں تمھیں گھوڑے سے اتر کر دو بدو لڑائی کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ عمرو نے کہا: بھتیجے، کس لیے؟ بخدا، میں تمھاری جان لینا نہیں چاہتا۔ حضرت علی نے کہا: واللہ، میرا تو تمھیں قتل کرنے کا ارادہ ہے۔ اس پر عمرو جوش میں آیا، گھوڑے سے اترا، تلوار سونتی اور اپنے گھوڑے کو ہلاک کر کے حضرت علی پر حملہ آور ہو گیا۔ اس کے زوردار وار کو انھوں نے ڈھال سے روکا، پھر بھی ان کی پیشانی پر زخم آ گیا۔ سخت مقابلے کے بعد حضرت علی نے اس کے کندھے پر وار کیا تو وہ تڑپ کر خندق میں جا گرا اور ایک غبار بلند ہوا۔ دوسری روایت کے مطابق جب غبار چھٹا تو صحابہ نے دیکھا کہ عمرو زمین پر گرا ہے اور حضرت علی اس کے سینے پر سوار ہو کر اسے ذبح کر رہے ہیں۔ ابن عبدود جہنم واصل ہوا تو حضرت علی نے 'اللہ اکبر' کا نعرہ بلند کیا اور یہ اشعار پڑھے:

نصر الحجارة من سفاهة رأيه　　　ونصرت رب محمد بصواب

"اس نے اپنی کم عقلی کی وجہ سے بتوں کی حمایت میں جنگ کی، میں نے درست رائے اختیار کرتے ہوئے محمد کے رب کی نصرت کی۔"

فصددت حين تركته متجدلاً　　　كالجذع بين دكادك و روابي

"جب میں نے اسے کٹے ہوئے تنے کی طرح پتھریلی زمین اور ٹیلوں کے بیچ پڑا ہوا چھوڑا تو خود پیچھے ہٹ گیا۔"

www.javedahmadghamidi.org www.al-mawrid.org

وعففت عن أثوابه ولوأنني ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ كنت المقطر بزّني أثوابي

''میں نے اس کے کپڑے اترنے پر حیا کی، اگر میں پہلو کے بل گرا ہوتا تو وہ میرے کپڑے اتار ہی لیتا۔''

لا تحسبن الله خاذل دينه ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ونبيه يا معشر الأحزاب

''اے مختلف گروہوں کے جتھے، ہر گز نہ سمجھنا کہ اللہ اپنے دین اور اپنے نبی کو بے یار و مددگار چھوڑ دے گا۔''

ابن ہشام کہتے ہیں کہ ان اشعار کی حضرت علی کی طرف نسبت مشکوک ہے۔

زہری کہتے ہیں کہ عمرو بن عبدود کے بیٹے حسل بن عمرو کو بھی حضرت علی نے انجام تک پہنچایا۔ اس کے باقی ساتھی پیٹھ پھیر کر فرار ہو گئے۔ فیروز آبادی کہتے ہیں کہ حضرت علی کا ایک لقب ذوالقرنین تھا۔ اس کی وجۂ تسمیہ ان کی پیشانی کے دو زخم تھے: ایک عمرو بن عبدود کے اس وار سے لگا اور دوسرا ابن ملجم نے لگایا (القاموس المحیط)۔ عمرو بن عبدود کو ٹھکانے لگانے کے بعد حضرت علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹے تو ان کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔ حضرت عمر نے کہا: آپ نے اس کی زرہ کیوں نہیں اٹھائی، اس لیے کہ پورے عرب میں اس سے بہتر کوئی زرہ نہیں۔ حضرت علی نے کہا: میں اس پر اگلا وار کرنے لگا تھا کہ اس نے اپنی شرم گاہ کو ڈھال بنا لیا، اس پر مجھے حیا آ گئی۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

بیہقی کا کہنا ہے کہ ابن عبدود نے دعوت مبارزت دی تو حضرت علی آگے بڑھنے کے لیے اٹھے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بٹھا دیا۔ دوسری بار بھی ایسا ہوا، تیسری بار اصرار کرنے پر آپ نے ان کو دو بدو مقابلہ کرنے کی اجازت دی۔ ابن سعد کی روایت اس کے برعکس ہے کہ آپ نے حضرت علی کو اپنی تلوار دی، عمامہ باندھا اور دعا کی کہ اے اللہ، اسے کامیاب کر۔

اس جنگ میں بنو مخزوم کا نوفل بن عبداللہ دو بدو مقابلے کے لیے پکارا تو حضرت زبیر بن عوام نے ایک ہی وار میں اس کی تلوار کے دو ٹکڑے کر دیے۔ وہ شدید زخمی ہو کر خندق میں گر گیا۔ کچھ مسلمانوں نے اس پر پتھر برسانے شروع کیے تو اس نے فریاد کی کہ مجھے اس سے اچھی موت نہیں دے سکتے؟ تب حضرت علی خندق میں اترے اور اسے جہنم رسید کیا۔ اہل مکہ نے ابن عبدود (یا نوفل) کی لاش حاصل کرنے کے لیے دس ہزار درہم کی پیش کش، لیکن آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاش لے لو، ہمیں قیمت درکار نہیں (ترمذی، رقم ۱۷۱۵)۔ ایک مشرک منبہ بن عثمان تیر لگنے سے گھائل ہوا اور مکہ جا کر جان دی۔

حضرت علی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے کنارے پر بیٹھے ہوئے فرمایا: ان

مشرکوں نے ہمیں صلاۃ وسطیٰ (عصر کی نماز) پڑھنے کا موقع نہیں دیا، حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، اللہ ان کی قبروں اور گھروں میں آگ بھر دے (بخاری، رقم ۲۹۳۱۔ مسلم، رقم ۱۳۶۵۔ مسند بزار، رقم ۵۵۵)۔

جنگ خندق قریش کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی آخری جنگ تھی۔ ان کے شکست کھانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس غزوہ کے بعد قریش تم سے کبھی لڑائی نہ چھیڑیں گے، بلکہ تم ان پر حملہ کرو گے (بخاری، رقم ۴۱۱۰۔ مسند بزار: حدیث جابر)۔

غزوۂ بنو قریظہ

ذی قعد ۵ھ (۶۲۷ء) میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خندق سے فارغ ہوئے تھے کہ جبریل علیہ السلام وحی لے کر آئے، ہتھیار نہ اتاریے، اللہ آپ کو بنو قریظہ کی طرف جانے کا حکم دیتا ہے۔ یہ یہودی قبیلہ آپ کے ساتھ تحریری معاہدۂ اتحاد کر چکا تھا، اس کے باوجود بنو غطفان، بنو نضیر اور قریش کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ کرنے کی سازش کی۔ حضرت علی کو اپنا علم دے کر آپ نے مقدمہ کے طور پر آگے روانہ کر دیا۔ حضرت علی بنو قریظہ کے قلعوں کے قریب پہنچے، یہودیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی ازواج کی شان میں نازیبا کلمات کہتے سنا تو فوراً پلٹ آئے۔ دیکھا کہ آپ تشریف لا رہے ہیں تو عرض کیا: یا رسول اللہ، کوئی مضائقہ نہیں اگر آپ ان خبیثوں کے پاس جانے کے بجائے لوٹ جائیں، اللہ تعالیٰ یہودیوں سے نمٹنے کے لیے کافی ہے۔ فرمایا: تم مجھے واپس ہونے کا مشورہ کیوں دے رہے ہو؟ لگتا ہے، تم نے انھیں میری برائی کرتے سن لیا ہے۔ حضرت علی نے کہا: ہاں، آپ نے فرمایا: اللہ کے ان دشمنوں نے اگر مجھے دیکھ لیا ہوتا تو ایسی بات نہ کرتے۔ آپ نے بنو قریظہ کے کنویں، بیر اُنا پر پڑاؤ ڈالا اور یہودی سرداروں کو مخاطب کر کے بلند آواز میں فرمایا: تم پر اللہ کی طرف سے رسوائی نازل ہو چکی ہے۔ حیی بن اخطب اپنی قوم کے ساتھ قلعہ بند ہو گیا تو آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ پچیس دن (پندرہ دن: ابن کثیر) جاری رہا، محاصرے کے دوران میں حضرت علی للکارے: اے جیش ایمان، واللہ! میں حمزہ جیسی شہادت حاصل کروں گا یا یہودیوں کے قلعے میں گھس جاؤں گا۔ محصورین عاجز آ گئے تو اپنے حلیف قبیلے اوس کے حضرت ابولبابہ انصاری سے مشورہ کرنے کی اجازت مانگی۔ حضرت ابولبابہ آئے تو مرد، عورتیں سب ان کے آگے گڑگڑائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شرائط پر صلح کرنے کو کہا۔ ابولبابہ نے اپنی گردن پر انگلیاں پھیر کر اشارہ کیا کہ اس صورت میں انھیں قتل کر دیا جائے گا، پھر انھیں پشیمانی ہوئی کہ یہ بتا کر انھوں نے اللہ اور رسول کے ساتھ خیانت کی ہے، اس لیے اپنے کو مسجد کے ستون سے باندھ لیا۔ معاملہ کی

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

سنگینی کے باجود اوس والوں نے آپ سے درخواست کی کہ ہمارے حلیف قبیلے کے ساتھ خزرج کے حلیف بنوقینقاع جیسا برتاؤ کیا جائے، یعنی جان بخش کر جلاوطن کر دیا جائے۔ آپ نے فرمایا: کیا تمھارے سردار سعد بن معاذ کو حکم نہ بنا لیا جائے؟ وہ آمادہ ہو گئے تو سعد کو بلایا گیا، انھوں نے تورات کے قانون (تثنیہ ۲۰: ۱۰) کے مطابق فیصلہ کیا کہ بنوقریظہ کے جنگ کی اہلیت رکھنے والے جوانوں کو قتل کر دیا جائے، ان کے مال مویشی بانٹ لیے جائیں اور عورتوں، بچوں کو غلام بنا لیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آپ نے اللہ کے حکم کے مطابق صحیح فیصلہ کیا ہے۔ چنانچہ سب مردوں کو بنونجار کی ایک خاتون بنت حارث کے گھر میں بند کر دیا گیا۔ آپ نے مدینہ کے بازار میں گڑھے کھدوائے اور ان کے پاس بیٹھ گئے۔ بنوقریظہ کے سات سو (صحاح کی روایت: چار سو) کے قریب جنگجوؤں کو باری باری ان میں اتارا گیا اور حضرت علی اور حضرت زبیر نے ان کی گردنیں اڑا دیں۔ بنوقریظہ کے سردار حیی بن اخطب اور کعب بن اسد مقتولین میں شامل تھے۔

مطالعۂ مزید: الجامع المسند الصحیح (بخاری، شرکۃ دار الارقم)، الطبقات الکبریٰ (ابن سعد)، تاریخ الامم والملوک (طبری)، دلائل النبوۃ (بیہقی)، المنتظم فی تواریخ الملوک والامم (ابن جوزی)، الکامل فی التاریخ (ابن اثیر)، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (ابن اثیر)، تاریخ الاسلام (ذہبی)، البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر)، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ (ابن حجر)، بحار الانوار (باقر مجلسی)، سیرۃ النبی (شبلی نعمانی)، محمد رسول اللہ (محمد رضا)، تاریخ اسلام (اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)، بیت الاحزان فی مصائب سیدۃ النسوان (عباس قمی)، قصص النبیین (ابوالحسن علی ندوی)، اردو دائرۂ معارف اسلامیہ (مقالہ: مرتضیٰ حسین فاضل)۔

[باقی]

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org